# خطبہ جمعہ

## خدا امن کا بخشنے والا ہے۔سچے خدا کا ماننے والا کسی مجلس میں شرمندہ نہیں ہو سکتا

مومن وہ ہے جس سے لوگ امن میں ہوں۔ وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کا ہمسایہ اس کے شرّ سے امن میں نہ ہو۔

(آیات قرآنی، احادیث نبویہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ کی صفت" المومن" کے مختلف پہلوؤں کا تذکرہ)

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز - فرمودہ ۲۸/دسمبر ۲۰۰۱ء بمطابق ۲۸/فتح ۱۳۸۰ھ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العلمين - الرحمٰن الرحيم - ملك يوم الدين - إياك نعبد و إياك نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

خطبات کا پچھلا جو سلسلہ تھا وہ اَلسَّلام سے تعلق رکھتا تھا اور آج کے خطبہ کا موضوع صفتِ اَلْمُؤْمِن ہے۔ اس ضمن میں سب سے پہلے تو مَیں لفظ مومن کے لغوی معانی پیش کرتا ہوں، پھر انشاءاللہ تعالیٰ تفصیلی مضمون بیان کروں گا۔

امن خوف کا برعکس ہے۔ اَمِنَهٗ وَاَمِنَ مِنْهُ کا مطلب ہے اس کی طرف سے مطمئن اور محفوظ ہو گیا۔ کہا گیا ہے کہ اَلْمُؤْمِنْ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ "کہا گیا ہے" کی مجھے سمجھ نہیں آئی ویسے یقیناً اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کیونکہ اس نے مخلوقات کو اپنے ظلم سے امن بخشا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اَلْمُؤْمِن وہ ہے جو اپنے اولیاء کو اپنے عذاب سے امن بخشا ہے۔ (لسان العرب ، المنجد)۔

حضرت امام راغب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مومن، امن سے بنا ہے اور اس کا اصل مطلب ہے طمانیتِ نفس کا حاصل ہونا اور خوف کا زائل ہو جانا۔ امن اور امان اور امانت تین مصادر ہیں اور امان اور امانت کا لفظ بعض دفعہ اس حالت کے لئے بولا جاتا ہے جس میں انسان کو امن نصیب ہو اور بعض دفعہ اس چیز کے لئے جس پر کسی کو امین بنایا جائے۔ ﴿وَتَخُوْنُوْا اَمَانَاتِكُمْ﴾ جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انہی معنوں میں ہے کہ تم خود اپنی امانتوں کی خیانت کرتے ہو۔

آیت کریمہ ﴿مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا﴾ کا مطلب ہے کہ اس خانہ کعبہ میں جو داخل ہوا وہ امن میں آ گیا۔ یہ معنے بھی کئے گئے ہیں کہ وہ دنیا کی بلاؤں سے محفوظ ہو گیا۔ یہ معنے بھی کئے گئے ہیں کہ وہ اس بات سے امن میں آ گیا کہ کوئی اس سے ٹکر لے۔ اَمَنَ کا فعل متعدی بھی ہے اور لازم بھی ہے۔ یعنی اَمَن کا مطلب ہے جو اَمن میں آ گیا اور اَمَنَ کا ایک مطلب ہے کہ دوسرے کو امن میں لے آیا۔ چنانچہ کہتے ہیں اٰمَنْتُهٗ یعنی مَیں نے اسے امن مہیا کیا۔ اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا نام مومن ہے۔

اب سب سے پہلے آیت کریمہ اس تعلق میں ہے ﴿هُوَاللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ. اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ. سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ (الحشر:۲۴)۔ وہی اللہ ہے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ وہ بادشاہ ہے، پاک ہے، سلام ہے، امن دینے والا ہے، نگہبان ہے، کامل غلبہ والا ہے، ٹوٹے کام بنانے والا ہے (اور) کبریائی والا ہے۔ پاک ہے اللہ اُس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ دل سے خدا کی شناخت ہو، زبان سے اس کا اقرار ہو اور اس کے احکام پر عمل ہو۔

(ابن ماجه۔ باب فی الایمان)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مومن وہ ہے جس سے لوگ امن میں ہوں۔ اور مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ سلامت رہیں۔ اور مہاجر وہ ہے جو برائی کو چھوڑ دے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، وہ بندہ جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کا ہمسایہ اس کے شر سے امن میں نہ ہو۔

(مسند احمد بن حنبل۔ باقی مسند المكثرين)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اس شخص کا کوئی ایمان نہیں۔ اللہ کی قسم! اس شخص کا کوئی ایمان نہیں۔ اللہ کی قسم! اس شخص کا کوئی ایمان نہیں۔ صحابہؓ نے عرض کی: یارسول اللہ! کس کا؟ آپؐ نے فرمایا: ایسے ہمسائے کا جس کا ہمسایہ اس کے بوائق سے امن میں نہ ہو۔ صحابہؓ نے عرض کی: یارسول اللہ! بوائق سے کیا مراد ہے؟۔ آپؐ نے فرمایا: اس کی شرارتیں اور ایذارسانیاں۔ (مسند احمد۔ باقی مسند المكثرين)

حضرت یعلیٰؓ بن امیہ سے روایت ہے کہ مَیں نے عمر بن خطابؓ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے (أنْ تقصُروا من الصلاة إن خفتم) کہ تم پر کوئی گناہ نہیں کہ نماز قصر کر لو اگر تم خوف میں ہو۔ مگر اب تو لوگ امن میں ہیں۔ اس پر آپ (یعنی حضرت عمر) نے کہا: مجھے بھی اس بات پر تعجب ہوا تھا جس پر تمہیں تعجب ہوا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: (یہ) صدقہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کیا ہے سو اسے قبول کرو"۔ (سنن الدارمی۔ کتاب الصلاة)۔ پس اب ہر مسافر پر نماز قصر ہو جاتی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک احسان ہے۔

حضرت فَضَالہ بن عُبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر مرنے والے کا عمل (اس کی موت کے ساتھ ہی) ختم کر دیا جاتا ہے سوائے اُس شخص کے جو اللہ کی راہ میں رباط کرتے ہوئے فوت ہو۔ اس کا عمل اس کے لئے قیامت تک بڑھایا جاتا ہے اور وہ قبر کے فتنہ سے امن پا جاتا ہے۔ (ترمذی۔ کتاب فضائل الجہاد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے جس روز رحمت پیدا کی تو اُس کے سو حصے بنائے۔ پھر ننانوے حصے تو اپنے پاس رکھ لئے اور ایک حصہ اپنی ساری مخلوقات میں تقسیم کر دیا۔ اگر ایک کافر کو اس ساری رحمت کا علم ہو جائے جو اللہ کے پاس ہے تو وہ کبھی بھی جنت سے مایوس نہ ہو۔ اور اگر ایک مومن کو اس سارے عذاب کا علم ہو جائے جو اللہ کے پاس ہے تو وہ کبھی بھی اپنے آپ کو آگ سے مامون اور محفوظ خیال نہ کرے۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الرقاق)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب ایک مسلمان چالیس برس کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنون، برص اور جذام کی طرح کی انواع واقسام کی بلاؤں سے امن دیدیتا ہے۔ اب بعض لوگ چالیس برس کو پہنچتے ہیں مگر جنون اور برص اور جذام سے ان کو نجات نہیں ملتی۔ یہ غالباً حضرت رسول اکرم ﷺ انبیاء کی بات کر رہے ہیں کیونکہ انبیاء جب چالیس سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو اس وقت ان کو کوئی ایسی بیماری نہیں ہوتی ورنہ دشمن اس پر تمسخر اڑاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بھی یہ روایت آتی ہے کہ دشمن نے مشہور کیا ہوا تھا کہ آپ کو برص ہو گئی ہے۔ پس آپ

بسا اوقات دونوں بازو اُڑس کر بیٹھا کرتے تھے خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ کوئی ایسا دشمن جو دیکھنے کے لئے آتا تھا کہ واقعی برص ہے کہ نہیں اور وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے کہ کچھ بھی نہیں ہے تو مراد غالباً انبیاء ہی کی ہے۔ نبیوں کو چالیس سال کی عمر میں کوئی ایسی بیماری نہیں ہوتی جو شماتتِ اعداء کا موجب ہو اور بلاشبہ کسی نبی کو بھی ایسی بیماری نہیں ہوئی۔

پھر فرماتے ہیں "جب وہ پچاس برس کو پہنچتا ہے تو اللہ عزوجل اس پر اس کا حساب نرم کر دیتا ہے"۔ اور یہ تو ہم توقع رکھتے ہیں کہ اللہ ہمارا حساب نرم کر دے گا" اور جب وہ ساٹھ برس کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے اِنابت عطا کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔ اور جب وہ ستر برس کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے اور اہل آسمان بھی اس سے محبت کرتے ہیں اور جب وہ اسّی برس کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کی نیکیاں قبول کر لیتا ہے اور اس سے اُس کی بدیاں دُور کر دیتا ہے اور جب وہ نوّے برس کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے سب اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیتا ہے اور اس کا نام "زمین میں اللہ تعالیٰ کا اسیر" رکھا جاتا ہے اور اسے اپنے اہل کے بارہ میں شفاعت کرنے کی اجازت دی جاتی ہے"۔ (مسند احمد بن حنبل۔ مسند المکثرین من الصحابه)

اب یہ مسند احمد بن حنبل کی روایت ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کس حد تک یہ روایت قابل اعتماد ہے، کس حد تک اس میں سننے والے نے کوئی مبالغہ آمیزی سے کام لیا ہوا ہے۔ لیکن ہر شخص کا یہ حال نہیں کہ جب وہ اتنی عمر کو پہنچ جائے تو اس کو انابت الی اللہ بھی مل جاتی ہے۔ وہ اللہ کا ولی بھی ہو جاتا ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی دین ہے جس کو چاہے عطا فرمائے، جس کو چاہے نہ عطا فرمائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں اور مومن وہ ہے جس سے لوگ اپنی جانوں اور مالوں کو امن میں پائیں۔ (ترمذی کتاب الایمان)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دنیا میں مومن کی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور پھر کسی شک و شبہ میں نہ پڑے اور اللہ کے راستہ میں انہوں نے اپنے اموال اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا۔ اور دوسرے وہ مومن جنہیں لوگ اپنے اموال اور اپنی جانوں کا امین ٹھہراتے ہیں۔ اور تیسرے وہ مومن جو اپنی کسی پسندیدہ چیز کو حاصل کرنے کے قریب ہوتے ہیں لیکن پھر اسے اللہ عزّوجل شانہ کی خاطر ترک کر دیتے ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۳ صفحه ۸ مطبوعه بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کچھ بیٹھے ہوئے لوگوں کے پاس آ کر ٹھہرے اور فرمایا کہ مَیں تم کو تمہارے بُرے اور اچھے لوگوں کے بارہ میں آگاہ نہ کروں۔ روای کہتے ہیں اس پر صحابہ خاموش رہے۔ آنحضرت ﷺ نے تین دفعہ یہ بات دوہرائی۔ اس پر ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! کیوں نہیں۔ ہمارے بُرے اور بہتر افراد کے بارہ میں کچھ فرمائیں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم میں سے بہتر وہ ہے جس سے بھلائی کی امید رکھی جاتی ہے اور اس کے شر سے محفوظ رہا جاتا ہے اور تم میں سے بدوہ ہے جس سے خیر کی امید نہیں رکھی جاتی اور اس کے شر سے بھی امن میں نہیں رہا جاتا۔ (ترمذی کتاب الفتن)

حضرت میناء رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے غلام تھے روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے ابوہریرہؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس تھے کہ آپؐ کے پاس ایک شخص آیا جو میرا خیال ہے قیس قبیلے سے تھا۔ اُس نے کہا: یا رسول اللہ! حِمْیَر قبیلہ پر لعنت کی دعا کریں۔ مگر آپؐ نے اس سے اعراض کیا۔ پھر وہ دوسری طرف سے آپؐ کے پاس آیا تو آپؐ نے پھر اس سے اعراض کیا۔ وہ پھر دوسری طرف سے آپؐ کے پاس آیا تو آپؐ نے پھر اُس سے اعراض فرمایا۔

پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حِمْیَر پر رحم فرمائے۔ اُن کے منہ سلامتی ہیں، اُن کے ہاتھ کھانا ہیں اور وہ اہلِ امن اور ایمان ہیں۔ (ترمذی۔ کتاب المناقب)۔ ان کے ہاتھ کھانا ہیں سے مراد یہ ہے کہ وہ بہت مہمان نواز قوم ہیں۔

علامہ فخرالدین رازی اس آیت میں مومن کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اَلْمُؤْمِن دو طرح سے ہوا۔ ایک اس طرح کہ وہی ہے جو اولیاء کو اپنے عذاب سے امن دیتا ہے۔ عربی میں کہتے ہیں اٰمَنَهٗ یُؤْمِنُهٗ فَھُوَمُؤْمِنٌ یعنی اس نے فلاں کو امن دیا۔ پس وہ مومن یعنی امن دینے والا ہوا۔ دوسرے اس طرح اَلْمُؤْمِن ہوا کہ وہ مصدق ہے اور مصدق یا تو اس معنے میں ہے کہ وہ انبیاء کے لئے معجزات ظہور میں لا کر ان انبیاء کی تصدیق کرتا ہے یا وہ اس طرح مصدق ہے کہ محمد ﷺ کی امت تمام انبیاء کے لئے گواہی دیتی ہے جیسا کہ فرمایا ﴿لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾ پھر اللہ تعالیٰ اس گواہی کے حوالہ سے ان کی تصدیق کرتا ہے۔ (تفسیر کبیر رازی)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: (قیامت کے دن) نوحؑ کو بلایا جائے گا اور ان کو کہا جائے گا: کیا تُو نے پیغام پہنچا دیا تھا؟۔ وہ جواب دیں گے: ہاں۔ اس پر اُن کی قوم کو بلایا جائے گا اور اُن کو کہا جائے گا کہ کیا اِس نے تمہیں پیغام پہنچا دیا تھا۔ وہ کہیں گے: ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، بلکہ ہمارے پاس تو کوئی بھی نہیں آیا۔ اس پر (نوحؑ سے) کہا جائے گا: تمہارے گواہ کون ہیں؟ وہ عرض کریں گے: محمد (ﷺ) اور آپؐ کی امّت۔ اس پر تمہیں حاضر کیا جائے گا اور تم گواہی دو گے کہ اس نے پیغام پہنچا دیا تھا۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿كَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾۔ (ترمذی۔ کتاب تفسیرالقرآن)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"خدا امن کا بخشنے والا اور اپنے کمالات اور توحید پر دلائل قائم کرنے والا ہے۔ اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سچے خدا کا ماننے والا کسی مجلس میں شرمندہ نہیں ہو سکتا اور نہ خدا کے سامنے شرمندہ ہو گا کیونکہ اس کے پاس زبردست دلائل ہوتے ہیں۔ لیکن بناوٹی خدا کا ماننے والا بڑی مصیبت میں ہوتا ہے اور وہ بجائے دلائل پیش کرنے کے ہر ایک بیہودہ بات کو راز میں داخل کرتا ہے تا ہنسی نہ ہو اور ثابت شدہ غلطیوں کو چھپانا چاہتا ہے" (اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحه ۳۷۵)۔ یہاں راز سے مراد یہ ہے کہ حضرت مسیح کو جو تین ایک اور ایک تین کہتے ہیں جب پوچھا جائے کہ ہو نہیں سکتا ایک تین ہوں اور تین ایک ہو تو کہتے ہیں یہ راز ہے اور تم ایمان لے آؤ گے تو پھر اس کو قبول کرو گے۔ جو اس پر ایمان نہیں لایا وہ کیسے بغیر سوچے سمجھے راز کو قبول کر سکتا ہے۔ پس یہ عیسائیوں کا چکر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی راز واز نہیں، سب دنیا جانتی ہے کہ خدا کا کوئی بیٹا نہیں۔

یہ قرآن کریم کی آیت ہے ﴿وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا. وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى. وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعَاكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ .وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ.قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ (البقره :۱۲۶۔۱۲۷)۔ اب یہ دو آیات ہیں ایک میں ﴿هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا﴾ ہے اور ایک میں ہے ﴿هٰذَا الْبَلَدَ﴾ تو اس پر مفسرین نے مختلف خیال آرائیاں کی ہیں مگر میرے نزدیک اصل حقیقت یہ ہے کہ جب بے آب و گیاہ وادی میں حضرت اسماعیل کو چھوڑا تھا تو وہاں کوئی بھی بلد نہیں تھا تو ﴿هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا﴾ فرمایا تھا ﴿هٰذَا الْبَلَدَ﴾ نہیں فرمایا۔ اور اس کے بعد پھر بھی آپ تشریف لاتے رہے ہیں اس عرصہ میں کافی لوگ اکٹھے ہو گئے تھے اور وہ ایک پورا ﴿الْبَلَد﴾ بن گیا تھا۔ پس یہی معنے ہیں اس کے کہ ایک دفعہ فرمایا ﴿هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا﴾ اور دوسری دفعہ ﴿هٰذَا الْبَلَدَا اٰمِنًا﴾ (ابراهیم :۳۶) یہ جو شہر آباد ہو چکا ہے اس کو امن والا بنا۔

حکومت حبشہ کے بادشاہ کی طرف سے یمن پر مقرر کردہ گورنر ابرہہ خانہ کعبہ کو گرانے کے لئے ہاتھیوں کا لشکر لے کر نکلا۔ مکّہ کے قریب پہنچ کر اس نے پڑاؤ کیا۔ وہاں اہل مکہ کے اونٹ چر رہے تھے۔ ابرہہ کے لوگ اونٹوں کو پکڑ لائے۔ ان میں حضرت عبدالمطلب کے اونٹ بھی تھے۔ آپ

ان دنوں قریش کے سردار تھے۔ پھر ابرہہ کا ایلچی آپ کے پاس آیا اور آپ کو ساتھ لے گیا۔ ابرہہ آپ کو دیکھ کر بے حد مرعوب ہو گیا اور اپنے ترجمان سے کہا کہ ان سے پوچھو کہ آپ کس لئے آئے ہیں۔ حضرت عبدالمطلب نے جواب دیا کہ تمہارے لوگوں نے میرے اونٹ پکڑ لئے ہیں، وہ مجھے دیدیں۔ یہ سن کر ابرہہ نے کہا کہ تمہیں دیکھ کر مَیں سمجھا تھا کہ تم بڑے زیرک اور بزرگ انسان ہو مگر تم سے گفتگو کر کے مجھے بڑی مایوسی ہوئی ہے۔ تم اپنے اونٹوں کے بارے میں تو فکر مند ہو مگر تمہیں اس خانہ کعبہ کے بارہ میں کوئی فکر نہیں جو تمہارے آباء واجداد کے دین کا شعار ہے اور جسے مَیں گرانے کے لئے آیا ہوں۔ حضرت عبدالمطلب نے ابرہہ سے کہا کہ مَیں اونٹوں کا مالک ہوں اور انہیں بچانے آیا ہوں اور اس گھر کا بھی ایک مالک ہے جو اسے ضرور بچائے گا۔ ابرہہ نے کہا: تو پھر آج یہ گھر مجھ سے نہ بچ سکے گا۔ آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے، دیکھتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت عبدالمطلب اپنے اونٹ لے کر واپس ہوئے اور اہل مکہ کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ کی زنجیر پکڑ کر ابرہہ اور اُس کے لشکر کے خلاف اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرنے لگے۔ پھر آپ اہل مکہ کے ساتھ مکہ سے نکل کر پہاڑیوں پر چلے گئے اور ابرہہ کے حملے کا انتظار کرنے لگے۔ اگلے دن جب ابرہہ نے اپنے لشکر کو مکہ پر چڑھائی کا حکم دیا تو سب سے اگلے ہاتھی نے مکّہ کی طرف چلنے سے انکار کر دیا اور بیٹھ گیا۔ اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے سمندر کی طرف سے پرندے بھیجے جن کی چونچوں اور پنجوں میں کنکریاں تھیں جن کے لگنے سے یہ لشکر ہلاک ہو گیا اور جو بچ گئے وہ صحراء میں بھٹک کر بھوکے پیاسے مر گئے۔ (سیرت ابن ہشام)

یہاں یہ یاد رکھنا چاہئے یہ ابابیلیں تھیں جو بھجوائی گئیں اور ان کے چھوٹے چھوٹے کنکروں سے وہ لشکر ہلاک نہیں ہوا اس میں چیچک کے جراثیم تھے اور ان جراثیم کی وجہ سے پورے کے پورے لشکر میں خطرناک چیچک پھیلی اور اس چیچک کی وجہ سے وہ ہلاک ہوئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:۔

"﴿رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا﴾: واقعی بیت اللہ امن کا گھر بنا کر ﴿يُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ﴾ (العنکبوت:۶۸) ﴿وَ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ﴾ (القریش:۵) کا نظارہ پیش نظر ہے...... چونکہ حضرت ابراہیمؑ ﴿لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ﴾ سے سمجھ گئے تھے کہ یہاں کچھ شریر بھی ہوں گے اس لئے عرض کیا کہ ﴿وَارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ﴾ یعنی مومنوں کو رزق طیب دے۔ اللہ نے فرمایا: نہیں، ہم رحمٰن ہیں اس لئے ہم کافر کو بھی روٹی دیں گے مگر دنیا میں۔ مومن کی طرح آخرت میں بھی نہیں۔" (ضمیمہ اخبار بدر قادیان۔ ۱۸ مارچ ۱۹۰۹ء)

﴿فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۗ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۗ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (آل عمران: ۹۸)۔ اس میں کھلے کھلے نشانات ہیں (یعنی) ابراہیم کا مقام۔ اور جو بھی اس میں داخل ہوا وہ امن پانے والا ہو گیا۔

ابراہیم کا مُقام نہیں فرمایا، مقام فرمایا ہے۔ مقام سے مراد مرتبہ ہے اور مُقام سے مراد وہ جگہ ہے۔ اب لوگوں نے اپنی طرف سے ایک تھوڑی سی جگہ کو مقامِ ابراہیم قرار دے دیا ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس پر کھڑے ہو کر نماز پڑھا کرتے تھے اور نماز اس طرح پڑھتے تھے کہ پتھر پہ وہ پاؤں بھی دھنس گئے ہیں اور ان کے نشان بھی پڑے ہوئے ہیں۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز پڑھتے وقت اس طرح پڑھتے تھے کہ پتھر میں ان کے پاؤں دھنس جاتے اور پاؤں بھی بہت بڑے بڑے بنے ہوئے ہیں جو یقیناً حضرت ابراہیم کے نہیں۔ یہ بعد میں مصنوعی بنائے گئے ہیں۔ تو فرق یاد رکھنا چاہئے مَقام کہتے ہیں مرتبہ کو۔ تو فرمایا ابراہیم کا جو مرتبہ ہے جس سے وہ خانہ کعبہ میں عبادت کیا کرتا تھا اس مرتبہ کو پکڑو اور اسے حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ۗ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ﴾ (العنکبوت:۶۸) کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ایک امن والا گھر بنایا ہے جبکہ ان کے اردگرد سے لوگ اُچک لئے جاتے ہیں تو پھر کیا وہ جھوٹ پر ایمان لائیں گے اور اللہ کی نعمت کا انکار کر دیں گے؟

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حُرمت والا قرار دیا ہے۔ یہ (شہر) نہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال ہوا ہے اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہو گا۔ میرے لئے بھی یہ دن کی ایک گھڑی کے لئے ہی حلال کیا گیا ہے۔ نہ اس کی گھاس کاٹی جائے گی، نہ اس کا درخت کاٹا جائے گا، نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے گا اور نہ ہی اس میں گری پڑی چیز کو اُٹھایا جائے گا سوائے اس کے کہ کوئی اس میں گری ہوئی چیز کو اِس غرض سے اٹھائے کہ اُس کے بارہ میں اعلان کر کے اس کے مالک تک پہنچادے۔ اس پر حضرت عباسؓ نے عرض کی: (یارسول اللہ) اِذْخَر گھاس کو مستثنیٰ قرار دیدیں"۔ یعنی اذخر گھاس کو وہاں کاٹنے کی اجازت ہو۔" کیونکہ اسے ہمارے سنار اور لوہار وغیرہ استعمال کرتے ہیں اور قبروں میں بھی استعمال ہوتی ہے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (اچھا) سوائے اِذْخَر گھاس کے"۔ (بخاری۔ کتاب الجنائز)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مدینہ کے کناروں پر اُس کی حفاظت کے لئے فرشتے ہیں۔ (چنانچہ) اس میں نہ طاعون داخل ہو سکے گی اور نہ ہی دجال۔ (صحیح مسلم۔ کتاب الحج)

پس یاد رکھیں یہ واقعہ ہے کہ طاعون نے ہر طرف سے عرب پر حملہ کیا مدینہ میں طاعون داخل نہیں ہوئی۔ اور دجال اس میں داخل نہیں ہو سکتا۔ یہ پیشگوئی تھی آئندہ کے لئے کہ دجال کو توفیق نہیں ہو گی کہ وہ اس میں داخل ہو۔

آنحضرت ﷺ نے ایک دفعہ کشفاً یہ نظارہ دیکھا کہ حضرت مسیح خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں اور مسیح الدجال بھی ان کے پیچھے پیچھے طواف کر رہا ہے تا کہ ان کو نقصان پہنچائے مگر اس کو اللہ تعالیٰ نے توفیق نہیں دی۔ تو خانہ کعبہ میں مسیح الدجال کا جانا تو حدیث سے ثابت ہے لیکن مسیح الدجال سے مراد وہ دجال لوگ ہیں جو آج کل بھی خانہ کعبہ پر قابض ہیں یعنی عیسائی قومیں جو خانہ کعبہ میں داخل ہوئیں وہاں لوٹ مار کی اور ابھی بھی خانہ کعبہ پر عملاً وہ مسلط ہیں۔ تو دجال کا داخل ہونا ان معنوں میں ہے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مسیح الدجال کا رعب مدینہ میں داخل نہ ہو سکے گا اس کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازے پر دو فرشتے مقرر ہیں (صحیح بخاری، کتاب الفتن)۔ اب یہ معنوی طور پر پورا ہوتا ہے تو ظاہری طور پر دو فرشتے مقرر کرنے کی تو کچھ سمجھ نہیں آتی۔ معلوم ہوتا ہے یہ عرفان کا کلام ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ مدینہ کی پوری طرح حفاظت کی جاتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"﴿مَقَامُ اِبْرٰهِيْمَ﴾: پھر اس مکہ کی اول تو یہ خصوصیت ہے کہ اس میں ابراہیم کی عبادت گاہ ہے۔ یہودی عیسائی اپنے متبوع کی کوئی جگہ پیش نہیں کر سکتے"۔ اب یہاں بھی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبادتگاہ ہے، نہیں ہے اصل میں۔ یہاں ہونا چاہئے تھا جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہوا ہے کہ ابراہیم کا مقام ہے جو مرتبہ کے لحاظ سے بہت اونچا مقام ہے اس کو پکڑو۔ بہرحال حضرت خلیفۃ المسیح الاول بھی بعض دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تفسیر سے کچھ ہٹ کے تفسیر کر دیتے ہیں جب آپ کو پتہ لگا کرتا تھا تو آپ اپنی تفسیر کو کاٹ دیا کرتے تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

"مکہ معظمہ تیسرا مظہر اسلام کا اس دنیا میں ہے اور اس مکہ معظمہ کی نسبت ارشاد ہے ﴿اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۚ فِيْهِ اٰيٰتٌ﴾ پھر ان آیات بینات کا بیان کیا ہے جیسے فرمایا: ﴿مَقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۗ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾۔ اول یہ کہ مقام ابراہیم ہے۔ دوم اس میں داخل ہونے والوں کے لئے امن

ہے سوم اس کا حج کرنا لوگوں کے ذمہ لگایا گیا ہے"۔ یہاں بھی وہی بات ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو کہیں مُقام نہیں لکھا ہے بلکہ مَقام ہی لکھا ہے۔ تو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل یہاں بہت بڑے عالم ہونے کے باوجود یہاں مَقام کو مُقام پڑھ جاتے ہیں مگر جیسا کہ مَیں نے عرض کیا ہے حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی یہ عادت تھی کہ جب بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تفسیر سنتے تھے جو اپنی تفسیر سے مختلف ہو تو اپنی تفسیر کاٹ دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کسی نے آپ سے کہا کہ اپنے تفسیری نوٹس ہمیں دکھائیں تو آپؓ نے کہا کیا دیکھو گے ان پر لکیریں پڑی ہوئی ہیں ساری، ہر تفسیر جو مَیں کرتا رہا، حضرت مسیح موعودؑ نے جب تفسیر کی تو پھر مجھے سمجھ آئی کہ اصل مطلب کیا ہے اور مَیں اپنی تفسیروں پر لکیریں پھیرتا گیا۔ تو وہ لکیروں والے کاغذ کا تمہیں کیا فائدہ پہنچے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"انسان کا اپنے نفس سے انقطاع کا یہ حق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی محبت میں کھویا جاوے اور تعشق باللہ اور محبت الٰہی ایسی پیدا ہو جاوے کہ اس کے مقابل پر نہ اسے کسی سفر کی تکلیف ہو نہ جان و مال کی پرواہ، نہ عزیز و اقارب سے جدائی کا فکر ہو۔ جیسے عاشق اور محبّ اپنے محبوب پر جان قربان کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی کرنے سے دریغ نہ کرے۔ اس کا نمونہ حج میں رکھا ہے۔ جیسے ایک عاشق اپنے محبوب کے گرد طواف کرتا ہے اسی طرح حج میں بھی طواف رکھا ہے۔ اور یہ ایک باریک نکتہ ہے جیسا بیت اللہ ہے ایک اس سے بھی اوپر ہے۔ جب تک اس کا طواف نہ کرو یہ طواف مفید نہیں اور ثواب نہیں اور اس کا طواف کرنے والوں کی بھی یہی حالت ہونی چاہئے جو یہاں دیکھتے ہو کہ ایک مختصر سا کپڑا رکھ لیتے ہیں۔ اس طرح اس کا طواف کرنے والوں کو چاہئے کہ دنیا کے کپڑے اتار کر فروتنی اور انکساری اختیار کرے اور عاشقانہ رنگ میں پھر طواف کرے۔ طواف عشق الٰہی کی نشانی ہے اور اس کے معنے یہ ہیں کہ گویا مرضات اللہ ہی کے گرد طواف کرنا چاہئے۔ اور کوئی غرض باقی نہیں"۔ (الحکم جلد ۱۱ نمبر ۲ مورخہ ۱۷/جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۹)

اب طواف کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ صرف طواف ہی نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے عشق میں طواف کیا جائے اور پھر سر منڈاتے ہیں، سر منڈانا بھی وقف کی علامت ہوا کرتی ہے۔ بچے کا بھی سر جب مونڈا جاتا ہے تو اس سے بھی یہی علامت ہے کہ ہم اس بچہ کو خدا کے لئے وقف کرتے ہیں۔ دنیا میں ہر جگہ سر منڈانا وقف کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ بھکشو بھی سر منڈا دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام کو ایک عاشقانہ طواف کی جگہ بنادیا ہے۔

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ مقام ابراہیم اس میں کھلے کھلے نشانات ہیں یعنی ابراہیم کا مقام ہے اور جو بھی اس میں داخل ہوا وہ امن پانے والا ہو گیا۔ اور لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ وہ (اس کے) گھر کا حج کریں (یعنی) جو بھی اس (گھر) تک جانے کی استطاعت رکھتا ہو۔ اور جو انکار کردے تو یقیناً اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔

اب یاد رکھنا چاہئے کہ دنیا میں بہت سی جگہوں کے حج کئے جاتے ہیں۔ عیسائیوں نے بھی اپنے حج کی جگہیں بنائی ہوئی ہیں اور ہندوؤں نے بھی حج کی جگہیں بنائی ہوئی ہیں۔ سومنات وغیرہ کا بھی حج کیا جاتا ہے، بنارس میں حج کی جگہیں ہیں لیکن امر واقع یہ ہے کہ صرف دنیا میں ایک ہی مقام ہے حضرت ابراہیمؑ کا مقام یعنی حج کا مقام مکہ ہے، ایک ہی ہے جہاں سب دنیا سے لوگ آتے ہیں، ساری دنیا میں تلاش کر کے دیکھ لیں کسی جگہ کے لئے حج پہ ساری دنیا سے لوگ نہیں آتے، صرف مخصوص دنیا کے لوگ آتے ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جو فرماتے ہیں اس جگہ کو امن بنادیا گیا ہے یہ بالکل درست ہے۔ امن ابھی بھی وہاں ظاہری طور پر امن موجود ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر امن کی تلاش ہو، سچے امن کی تلاش ہو تو وہ خانہ کعبہ کا حج کرے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام: "امن است در مکان محبت سرائے ما" ہمارا مکان جو ہماری محبت سرائے ہے اس میں ہر طرح سے امن ہے۔

(تذکرہ صفحہ ۵۱۲ مطبوعہ ۱۹۶۹ء)

ایک ۱۹۰۵ء کا الہام ہے: "زلزلہ کے وقت ہم مع اپنے تمام اہل و عیال کے باغ میں چلے گئے تھے اور ایک میدان ہماری زمین کا جس میں پانچ ہزار آدمی کی گنجائش ہو سکتی تھی ہم نے سونے کے لئے پسند کیا اور اس میں دو خیمے لگائے اور ارد گرد قناتوں سے پردہ کرا دیا مگر پھر بھی چوروں کا خطرہ تھا کیونکہ جنگل تھا اس کے قریب ہی بعض دیہات میں نامی چور رہتے ہیں جو کئی مرتبہ سزا پاچکے ہیں۔ ایک مرتبہ رات کو مَیں نے خواب میں دیکھا مَیں پہرہ کے لئے پھرتا ہوں۔ جب مَیں چند قدم گیا تو ایک شخص مجھے ملا اور اس نے کہا کہ آگے فرشتوں کا پہرہ ہے یعنی تمہارے پہرہ کی ضرورت نہیں، تمہاری فرودگاہ کے ارد گرد فرشتے پہرہ دے رہے ہیں۔ "امن است در مکان محبت سرائے ما"۔ پھر چند روز کے بعد ایسا اتفاق ہوا کہ ارد گرد کے دیہات میں سے ایک گاؤں کا باشندہ جو نامی چور تھا چوری کے ارادہ سے ہمارے باغ میں آیا اور اس کا نام بشن سنگھ تھا۔ رات کا پچھلا پہر تھا جب وہ اس ارادہ سے باغ میں داخل ہوا مگر موقع نہ ملنے سے ایک پیاز کے کھیت میں بیٹھ گیا اور بہت سی پیازیں اس نے توڑیں اور ایک ڈھیر لگا دیا اور کسی نے دیکھ لیا تب وہاں سے دوڑا۔ وہ اس قدر قوی ہیکل تھا کہ اس کو دس آدمی پکڑ نہ سکتے اگر خدا کی پیشگوئی نے پہلے سے اس کو پکڑا ہوا نہ ہوتا۔ دوڑنے کے وقت ایک گڑھے میں پیر اس کا جا پڑا پھر بھی وہ سنبھل کر اٹھا مگر آگے پیچھے سے لوگ پہنچ گئے اور اس طرح پر سردار بشن سنگھ باوجود اپنی سخت کوشش کے پکڑے گئے اور عدالت میں جاتے ہی سزایاب ہوگئے۔ بعد اس کے ہمارے سکونتی مکان میں جو باغ میں ہے جس میں ہم دن کے وقت رہتے تھے ایک بڑا سانپ نکلا جو ایک زہریلا سانپ تھا اور بڑا لمبا تھا وہ بھی اس چور کی طرح اپنی سزا کو پہنچا۔ اور اس طرح پر فرشتوں کی حفاظت کا ثبوت ہمیں دست بدست مل گیا"۔ (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۳۱۵۔۳۱۶)۔ کہ "امن است در مکان محبت سرائے ما"۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک الہام ہے "امین الملک جے سنگھ بہادر"۔ اب امین الملک تو سمجھ آتی ہے۔ جے سنگھ بہادر سے مراد غالباً آپ کی جے، جیسے جہاں مرزا غلام احمد کی جے ہے نا انہی معنوں میں لگتا ہے یہ۔